سلسلہ تقاریر "تعارف الکتاب"

ڈاکٹر اسرار احمد

قَالَ الْمَلَاُ

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ لَنُخْرِجَنَّکَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ کُنَّا کٰرِھِیْنَ ○ (الاعراف: ۸۸)

قرآن مجید کا نواں پارہ "قَالَ الْمَلَاُ" کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے اور اسی نام سے موسوم ہے۔ اس پارے میں اوّلاً سورۃ الاعراف کی بقیہ ایک سو انیس آیات وارد ہوئیں اور اس کے بعد سورۃ الانفال کی چالیس آیات۔ پارے کی ابتدا میں وہی مضمون ہے جو سورۃ الاعراف میں سابقہ پارے میں جاری تھا، یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر۔ اور اس کے بعد بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات و واقعات کا ذکر شروع ہوا۔ فرعون کے ساتھ آپؑ کی کشمکش، مصر میں جن شدائد و مسائل سے وہ اور بنی اسرائیل دوچار تھے، اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ فرعون کے انتہائی شدید عذاب اور اس کی طرف سے شدید مصیبت سے نجات ہوئی، ان حالات و واقعات کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہوا۔ ساتھ ہی یہ واقعہ بھی بیان ہوا کہ فرعون کے عذاب سے نجات پانے کے فوراً بعد یہ بدبخت قوم شرک میں مبتلا ہو گئی۔ جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر طلب فرمایا تاکہ انہیں تورات عطا کی جائے تو ان کے پیچھے بنی اسرائیل بچھڑے کی پرستش میں مبتلا ہو گئے۔ گویا

کہ انجیل ہی کے الفاظ کے مطابق یہ وہ قوم تھی جس نے پہلی ہی شب میں بے وفائی کی. جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو انہوں نے اس پر انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا. اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید سزا بھی اس قوم کو ملی. اور بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے ستّر سرکردہ افراد کو لے کر اجتماعی توبہ کے لیے حاضر ہوئے. اس موقع پر جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے استغفار فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ جہاں تک میری رحمت کا تعلق ہے وہ اگرچہ عام ہے تمام اہلِ ایمان کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جن سے اگر گناہ سرزد ہو جائے تو وہ توبہ کریں' رجوع کریں' لیکن میری رحمت کا خاص حصہ ان کو ملنے والا ہے جو نبیِّ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے. اس ضمن میں چند الفاظ بڑے جامع آئے ہیں.

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ
اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الاعراف:۱۵۷)

یعنی وہ لوگ جو ہمارے اِس نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے' ان کا احترام کریں گے' ان کا ادب کریں گے' ان کی نصرت کریں گے' ان کے مسلک کی پیروی کریں گے' فرائضِ رسالت کی ادائیگی میں ان کے دست و بازو بنیں گے' ان کے مشن کی تکمیل میں مددگار بنیں گے اور اس نور کا اتباع کریں گے جو ہم ان کے ساتھ نازل کریں گے یعنی قرآن مجید' یہ لوگ ہوں گے جو حقیقی فلاح سے دوچار ہوں گے.

ان الفاظ میں ہم مسلمانوں کے لیے بھی بڑی راہنمائی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ حقوق ہیں جو ہم میں سے ہر شخص پر عائد ہوتے ہیں. آپؐ پر ایمان' آپؐ کی تصدیق' آپؐ کا ادب' آپؐ کے مشن کی تکمیل کے لیے جان و مال کا کھپانا' وہ دین جو آپؐ لے کر آئے تھے' جس کے بارے میں مولانا حالی نے بڑے درد انگیز پیرائے میں کہا کہ ؎

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے!

اس دین کو دنیا میں غالب کرنا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت ہے، اس کے لیے جان و مال کھپانا اور اس قرآن مجید کا اتباع کرنا، اللہ کی اس مضبوط رسی کو پوری مضبوطی کے ساتھ تھام لینا۔ یہ ہیں امتِ مسلمہ میں سے ہر فردِ بشر کے فرائض جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ضمن میں اس پر عائد ہوتے ہیں۔

سورۃ الاعراف اکثر و بیشتر تاریخِ انسانی کے اہم واقعات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اس میں ارواحِ انسانیہ سے جو عہدِ ازل میں لیا گیا تھا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى (الاعراف: ۱۷۲) یعنی "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور سب نے اقرار کیا تھا کہ ہاں!" جب کہ ارواحِ انسانی جنودٌ مجنّدہ کی شکل میں اپنے پروردگار کے سامنے حاضر تھیں، اس عہد کا بھی ذکر ہوا۔ ساتھ ہی تاریخ بنی اسرائیل کی ایک بڑی اہم شخصیت بلعم بن بعورہ کا ذکر ہوا ہے جسے اللہ نے بہت سا علم عطا کیا تھا: اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا (الاعراف: ۱۷۵) "ہم نے اسے اپنی آیات عطا فرمائیں"۔ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ "اور ہم چاہتے تو اسے مزید بلندی اور رفعتِ شان عطا فرماتے لیکن وہ بدقسمت زمینی خواہشات اور سفلی شہوات ہی کی طرف ملتفت ہو کر رہ گیا۔ اس کی مثال کتے کی سی ہے"۔

اس کے بعد سورۃ الانفال کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے۔ اور پوری کی پوری سن ۲ ہجری میں غزوۂ بدر کے فوراً بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس سورہ مبارکہ میں ہمارے دین کی دو بنیادی حقیقتوں کو بڑے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا۔ یعنی ایک ایمان اور دوسرے جہاد۔ چنانچہ آغاز ہی میں مؤمنینِ صادقین کے اوصاف کا ذکر ہوا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (الانفال: ۲،۳)

یعنی مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل لرز اٹھیں اور جب

انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائی جائیں تو ان کے ایمان اور یقین میں اضافہ ہو اور وہ اپنے ربّ ہی پر توکل کرتے ہوں اور وہ نماز قائم رکھتے ہوں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے ہمارے لیے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہوں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا "جن لوگوں میں یہ اوصاف ہیں وہ ہیں حقیقت میں مومن۔"

اس کے فوراً بعد غزوۂ بدر کا ذکر شروع ہو گیا۔ یہ انتہائی عظیم اور اہم معرکہ جس سے کہ کفر کو کھلی شکست ہوئی اور اسلام کو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم فتح عطا فرمائی، اس کا تفصیلاً ذکر ہوا۔ جن حالات میں یہ جنگ واقع ہوئی کہ مسلمانوں اور کفار کے مابین بالکل کوئی نسبت نہیں تھی، یہ تین سو تیرہ اور بے سروسامان اور وہ ایک ہزار اور کیل کانٹے سے لیس، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فتح مبین عطا فرمائی۔ کفار کے ستّر سردار سرزمینِ بدر پر کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی مانند پڑے ہوئے تھے۔ فرمایا گیا: مسلمانو! اس مغالطے میں نہ رہنا کہ یہ فتح تم نے اپنے زورِ بازو سے حاصل کی ہے: فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ (الانفال: ۱۷) "تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا" وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى "اور (اے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ نے جو کنکریوں کی مٹھی بھر کر کفار کی طرف پھینکی تھی وہ آپؐ نے نہیں ہم نے پھینکی تھی"۔ گویا کہ یہ فتح و نصرت تائیدِ خداوندی سے ہی حاصل ہوئی تھی اور اس کے لیے تم آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے امیدوار رہ سکتے ہو۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ :

((اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِی لَیْسَ فِی جَوْفِهٖ
مِنَ الْقُرْآنِ شَیْءٌ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ))

رواہ احمد والترمذی' وقال: حسن صحیح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :
"جس شخص کے سینے میں قرآن میں سے کچھ بھی محفوظ نہ ہو وہ ویران گھر کی مانند ہے۔"